OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾Swat University Journal of Religious & Islamic Studies﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:1, Issue: 2, Jul - Dec 2023 PP: 26-44

علامہ اقبال کا تصور اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ شریعت کے تناظر میں: ایک تحقیقی جائزہ

Allama Iqbal's Concept of collective Ijtihad via Parliament in Sharia perspective: A research based study

Nisar Ahmad
Theology Teacher, Elementary and Secondary Education Department, KP
Emial: nisarkabal123@gmail.com

Dr. Muhammad Anees Khan
Lecturer, Department of Islamic and Religious Studies, Hazara Unversity, Manshera
Email: dranees@hu.edu.pk

Abstract

Allama Iqbal is a renowned poet, thinker and philosopher. He presented his thoughts, ideas and philosophy in both form, prose and poetry. He authored many books, i.e. Bang-e-Dara, Baal-e-Jebrel, Zarb-e-Kalem, Ilm-ul-Iqtisad etc. One of his most renowned books in prose is "The Reconstruction of Religious Thought in Islam". Actually, it contained on his seven sermons, which he delivered during the third decade of twentieth century. In one of his sermons, titled "The principle of movement in the structure of Islam", he discussed Collective Ijtihad from many perspective and presented many ideas, which are totally repugnant to the principles of the Holy Quran and Sunnah, like Collective Ijtihad through parliament, the meaning and concept of ijtihad, the concept of Ijma, the concept of the reconstruction of religious thought .e.t.c. In this article, we will present a critical analysis of the above mentioned ideas and thoughts of Allama Iqbal that to what extent these ideas and thoughts are repugnant to the principles of Islamic Shariah and how it counteract to the Quran and Sunnah.

Keywords: *Allama Iqbal, Collective Ijtihad, Parliament, Concept of Ijma.*

CC BY

تمہید

علامہ محمد اقبال کی شخصیت کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے وہ عالم اسلام کے ایک مشہور مفکر، فلسفی اور بلند پایہ شاعر تھے۔ان کی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال اپنی زندگی میں ہی تنقید و تفہیم کا موضوع بن گئے تھے اور ان کی زندگی میں ہی ان کے بارے میں مخالفانہ اور موافقانہ تحریروں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا،اور بیسویں صدی کے آخر میں علامہ صاحب کے افکار و حیات کے مطالعے کے نتیجے میں لکھا جانے ولا علمی و ادبی ذخیرہ''اقبالیات'' کے نام سے ایک مستقل علم بن گیا۔اسلام آباد میں واقع براعظم ایشیاء کا پہلا اوپن یونیورسٹی،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں اقبالیات کا ایک علیحدہ شعبہ قائم ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اقبالیاتی ادب کا ذخیرہ پانچ ہزار کتب و رسائل تک پہنچ گیا ہے،اور اب تک دنیا کی مختلف زبانوں میں علامہ اقبال پر ستر ہزار کے قریب مضامین لکھے جاچکے ہیں۔[1]

علامہ اقبال کے افکار و نظریات ان کی شاعری اور نثر دونوں اسالیب میں موجود ہیں،جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے،تو کئی مفکرین اور ماہرین اقبالیات علامہ صاحب کی شاعری کو الہامی شاعری کا درجہ دیتے ہیں۔انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانان برصغیر کی تحریک آزادی میں نئی روح پھونک دی۔ان کی شاعری نے مسلمانوں کو ایمان و یقین کے حقیقی جذبے سے معمور اور سرشار کیا،مایوسی اور ناامیدی کو ختم کیا،اور ان کی دلوں میں امید کے چراغ روشن کیے۔

علامہ اقبال نے شاعری کے علاوہ نثر میں بھی اپنے افکار و نظریات اور علمی آراء پیش کی ہیں۔نثر میں ان کی معروف ترین کتاب ،انگریزی زبان میں،The Reconstruction of Religious Thought in Islam ، ہے۔جو اُردو زبان میں ''خطبات اقبال'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب سات خطبات پر مشتمل ہے ،جو علامہ صاحب نے بیسویں صدی عیسویں کی تیسری دہائی میں تیار کیں۔علامہ صاحب کے ان خطبات کی تالیف کا وقت بعض ماہرین اقبالیات کے نزدیک 1920ء ہے، جبکہ دوسرے بعض ماہرین اقبالیات کے نزدیک 1922ء یا 1924ء ہے۔البتہ اس بات پر سب ماہرین اقبالیات کا اتفاق ہے،کہ 1920ء کے بعد ہی علامہ صاحب نے یہ خطبات تحریر کیے تھیں۔[2]ان خطبات میں سے ایک '' The Principle of movement in the structure of Islam''یعنی''اسلام میں اصولی حرکت کا تصور'' کے نام سے ہے۔اکثر مترجمین خطبات نے اس خطبے کو ''اجتہاد'' کا عنوان دیا ہے،اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس میں علامہ اقبال نے اجتہاد سے متعلق اپنے تصورات پیش کیے ہیں۔

اس خطبہ میں علامہ اقبال نے اجتہاد کے متعلق ایسے افکار و نظریات پیش کیے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی قطعی نصوص اور امت مسلمہ کے اجماعی عقائد سے متصادم ہے۔ان میں علامہ صاحب کا اجتہاد کا ذکر کردہ اصطلاحی تعریف،اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کا تصور،اور اجماع سے متعلق بعض افکار و تصورات شامل ہیں۔اس مختصر مقالہ میں ہم علامہ صاحب کے ان چند تصورات کا تحقیقی جائزہ،شریعت کے تناظر میں پیش کریں گے،لیکن ان کا تحقیقی جائزہ پیش کرنے سے قبل انفرادی اجتہاد اور اجتماعی اجتہاد کا تعارف کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے،لہٰذا ہم پہلے انفرادی اجتہاد اور اجتماعی اجتہاد کا تعارف پیش کریں گے پھر علامہ صاحب کے افکار و نظریات پر بحث کریں گے۔

لفظ اجتہاد کا لغوی تحقیق:

اجتہاد، باب افتعال سے مصدر ہے،اس کا مادہ ج،ہ،د،ہے۔اگرچہ لفظ اجتہاد قرآن کریم میں کہیں بھی استعمال نہیں

ہوا، البتہ اس کا مادہ ج،ہ،د، قرآن کریم میں 37 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔[3] لفظ اجتہاد ''جہد'' سے نکلا ہے، اور جَہد (فتح کے ساتھ) اور جُہد (ضمہ کے ساتھ) دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور دونوں ایک ہی معنی میں فصیح لغتیں ہیں، ''جہد'' لغت میں خوب کوشش کرنے، سعی بلیغ اور مشقت برداشت کرنے کو کہتے ہیں[4]، قرآن کریم میں بھی یہ لفظ پوری طاقت خرچ کرنے اور ممکنہ حد تک کوشش کرنے کے معنی میں آیا ہے، چناچہ سورۂ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہیں۔

"وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُہْدَ ھُمْ"[5]

''اور جو لوگ (اللہ تعالیٰ کی راستہ میں دینے کیلئے) اپنی محنت و مشقت کی آمدنی کے سوا کچھ نہیں پاتے۔''

دوسرے جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہیں۔

"وَاِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا"[6]

''اور اگر وہ تجھ پر (کوشش کرکے) اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھرا جس کے دلیل تیرے پاس نہیں ہے تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا۔''

کلام عرب میں یہ لفظ اسی جدو جہد میں استعمال ہوتا ہے جس میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑے، چناچہ، **اجتھد فی حمل الحجر**، (پتھر اٹھانے میں اس نے جدو جہد کی) کہنا صحیح ہے اور **اجتھد فی حمل خردلۃ**، (رائی کا دانہ اٹھانے میں اس نے جدو جہد کی) کہنا صحیح نہیں ہے[7] بعض علماء لغت نے جَہد (فتح کے ساتھ) اور جُہد (ضمہ کے ساتھ) کے درمیان فرق بیان کیا ہیں۔ امام فراءؒ فرماتے ہیں۔ کہ جُہد (ضمہ کے ساتھ) طاقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور جَہد (فتح کے ساتھ) مشقت اور سعی بلیغ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[8] لہٰذا، مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی چیز کو حاصل کرنے کیلئے جو کوششیں کی جاتی ہیں، لغت میں انہیں اجتہاد کہتے ہیں۔

اجتہاد کی اصطلاحی تعریف:

علماء اصول فقہ نے اجتہاد کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، لیکن یہ تعریفات معمولی فرق کے ساتھ ایک ہی مفہوم کی عکاسی کرتی ہیں اور ان میں بظاہر لفظی فرق کے کوئی اور نمایاں فرق نہیں ہے لہٰذا، ذیل میں ہم ان تعریفات میں سے چند پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

امام غزالیؒ، اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بذل المجتھد و سعہ فی طلب العلم با حکام الشر عیۃ،"[9]

''مجتہد کا احکام شرعیہ کے علم کے حصول کیلئے اپنے پوری کوشش صرف کرنا۔''

علامہ عبد العلی السھالوی (م: 1225ھ) نے فواتح الرحموت میں اجتہاد کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"الاجتہاد بذل الطاقۃ من الفقیہ فی تحمیل حکم شرعی ظنی،"[10]

''فقیہ کا حکم شرعی کے متعلق ظن غالب حاصل کرنے کیلئے اپنی پوری کوشش و طاقت خرچ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔''

عصر حاضر کے مشہور عالم ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے اجتہاد کے ایک جامع تعریف پیش کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

"بذل المجتھد و سعہ فی طلب العلم بالا حکام الشرعیۃ بطر یق الا ستنباط،"[11]

''مجتہد کا طریق استنباط کے ذریعے احکام شرعیہ کے علم کے حصول کیلئے اپنے پوری پوری کوششیں خرچ کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔''

علماء اصول فقہ کے مندرجہ بالا تعریفات سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اجتہاد صرف اس شخص کا معتبر ہوگا جو مجتہد ہو، مجتہد کی قید سے غیر مجتہد کی وہ محنت وجدو جہد خارج ہو گئی جو وہ شرعی احکام کی دریافت میں کریں۔

ثانیاً یہ کہ مجتہد شرعی احکام کے علم حاصل کرنے میں اس حد تک کوشش کرے گا کہ خود اس کو یہ محسوس ہو جائے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے وہ اب عاجز ہے۔

تیسرا یہ کہ مجتہد کا جدو جہد اور محنت صرف احکام شرعیہ کے علم کے حصول کیلئے ہوگا، نہ کہ دوسرے کسی علم کے حصول کیلئے، مثلاً احکام لغویہ یا عقلیہ وغیرہ کیلئے، ورنہ مجتہد کی یہ کوشش اجتہاد نہیں کہلائے گا۔

چوتھا یہ کہ احکام شرعیہ کے علم کا حصول استنباط کے طریقہ پر ہوگا یعنی مجتہد غور و فکر کرکے ادلہ تفصیلیہ کے ذریعے کسی مسئلہ کے حکم شرعی کو معلوم کرے گا، اس سے، مسائل کو یاد کرنے، کسی مفتی سے مسائل پوچھنے یا کسی کتاب میں مسائل مطالعہ کرنے سے جو احکام شرعیہ معلوم ہوتی ہے وہ خارج ہو گئی کیونکہ وہ بطریق استنباط نہیں ہے۔[12]

لہٰذا مختصراً یہ کہ مجتہد کا کسی مسئلہ میں شریعت کا حکم علم ظنی کے ساتھ حاصل کرنے کیلئے اخذ واستنباط کے جملہ وسائل کو بروئے کار لا کر خوب کوشش و محنت کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔

اجتہاد کا ثبوت قرآن و سنت سے:

اسلامی شریعت ایک ابدی اور آخری شریعت ہے اس کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی۔ یہ ایک جامع شریعت ،اور قیامت تک آنے والے مسائل کا حل ہے۔ اسلامی شریعت کے بنیادی ماخذات ،قرآن و سنت میں انسان کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، لیکن قرآن و سنت نے انسان کے مسائل کا حل پیش کرتے ہوئے ہر مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے صرف بعض مسائل کو تفصیلات و جزئیات کے ساتھ بیان کیا کیونکہ اگر ہر مسئلہ میں تفصیلات بیان کرتے تو پھر آج قرآن کریم ہزاروں جلدوں میں ہوتا، کیونکہ تمام مسائل ایک جلد میں نہیں سما سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی بجائے ان کیلئے اصول و ضوابط بیان کیے، اور علماء امت کو حکم دیا کہ وہ تغیر پذیر انسانی زندگی کے مسائل کا حل ان اصولوں کے روشنی میں پیش کریں۔ شریعت اسلامی کی یہی ابدیت ،عالمگیریت اور جامعیت اجتہاد کی ضرورت پیدا کرتی ہے، اور یہی اجتہاد کے ذریعے بدلتے ہوئے حالات و ادوار میں شریعت کے اصل منشاء و مقصد کو سامنے رکھ کر نو پیدا اور تغیر پذیر جزئیات کی بابت راہنمائی کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے، اور مجتہدین حضرات ان مسائل میں، جن کے متعلق نص کی صریح ہدایات موجود نہیں ہے، شریعت کی اصل منشاء کو سامنے رکھ کر ان کا حل پیش کرتے ہیں۔ اس لیے قرآن و سنت میں علماء امت کو اجتہاد کرنے کی ہدایت کی گئی ہیں، اور قرآن کریم کی کئی آیات مبارکہ اثبات اجتہاد پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں سے چند آیات ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَه مِنْهُمْ"[13]

''اگر لوگ اس معاملہ کو رسول اللہؐ کی طرف اور اپنے میں سے زمہ دار کی طرف لوٹا دیتے ہوتے تو ان میں سے جو لوگ استنباط کر سکتے ہیں وہ اسے سمجھ لیتے۔''

اس آیت میں استنباط کی نسبت رسول اللہؐ کے ساتھ اولی الامر کی طرف بھی کی گئی ہے اور یہی استنباط اجتہاد ہی سے عبارت ہے۔

سورۃالنساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِنَّا اَنزَلْنَا اِلَیکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحکُمَ بَینَ النَّاسِ بِمَا اءَ رَاکَ اللّٰہُ"[14]

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اُتاری تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو سمجھایا ہے۔''

امام قرطبیؒ نے اس آیت مبارکہ سے اجتہاد ثابت کیا ہے[15] اور علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ جو علماء اصول اس بات کے قائل ہے کہ نبی کریمؐ اجتہاد کے مکلّف یا مجاز تھے وہ اس آیت سے اپنے مؤقف کو ثابت کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ بمااراک اللہ سے مراد اجتہاد ہے۔[16]

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۂ ال عمران میں نبی کریمؐ کو فرماتے ہیں۔

"وَشَاوِرْ هُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَاعَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ"[17]

''اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس آیت میں مذکور لفظ امر سے مراد اہم معاملات ہیں جس میں احکام شرعیہ بھی داخل ہیں، اور مشورہ ظاہر ہے کہ ان ہی امور میں لیا جاسکتا ہے جس کے بارے میں کوئی صریح نص موجود نہ ہو، کیونکہ جن امور کی بابت صریح نصوص موجود ہوں ان میں مشورہ لینے کا کوئی معنی ہی نہیں۔

امام قرطبیؒ بھی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ اجتہاد کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔[18]

دوسرے جگہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَاعْتَبِرُوْ ا يَا اُولِي الْاَ بْصَارِ"[19]

''پس اعتبار کرواے انکھوں والو۔''

اکثر علماء کرام نے ان آیات سے اجتہاد کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی آیات ہیں جو اجتہاد کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے بعد ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ان میں مشہور حدیث وہ ہے جس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر کرنے کا واقعہ مذکور ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

"لما اراد النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم ان یبعث معاذ اا لی الیمن،قال :کیف تقضی اذا عرض لک

قضاء؟قال :اقضی بکتاب اللہ،قال: فان لم تجد فی کتاب اللہ؟ قال: فبسنة رسول اللہﷺ،قال: فان لم تجدفی سنة رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ؟قال:اجتہد راءیي ولاآلو،فضرب رسول اللہ صدرہ فقال:"الحمد للہ الذی وفق رسول رسولِ اللہ لما یُرْضِی رسولَ اللہ"[20]

''جب نبی کریمؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ملک یمن روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا، تو آپؐ نے فرمایا: کہ اگر تمہارے پاس کوئی فیصلہ آجائے تو تم کس طرح کروگے؟ انہوں نے جواب دیا، ''میں کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروگا''، آپؐ نے فرمایا: اگر تم اس کے متعلق کوئی حکم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کروگے، انہوں نے جواب دیا سنت رسولؐ پر فیصلہ کرونگا، آپؐ نے فرمایا: اگر تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں کوئی صریح حکم نہ ملے تو کیا کروگے؟ تو حضرت معاذ جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کروں گا''۔ یہ سن کر نبی کریمؐ نے انکے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: ''سارے تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے اپنے رسولؐ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جسے اس کا رسولؐ پسند کرتا ہے۔''

اگرچہ بعض محدثین نے حضرت حارث بن عمرو اور دیگر راویوں یعنی اصحاب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مجہول ہونے کے باعث اس حدیث کی سند کو معلول کہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر زمانے اور ہر علاقہ کے علماء نے اسے شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں اس حدیث کی سند پر تفصیلی بحث کے ہیں۔ اور اس حدیث کی صحت اور قابل استدلال ہونے کو ثابت کیا ہے۔[21]

جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

"اذاحکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ ا جران، واذاحکم فاخطاء فلہ اجرواحد،[22]

''جب حاکم فیصلہ کرتے ہوئے اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہوجائے تو اس کیلئے دہرا اجرا ہوگا، اور اگر اجتہاد میں اس سے غلطی سرزد ہو جائے تو اس کیلئے ایک اجر ہوگا۔''

امام حاکمؒ، مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

"عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ:ان رجلین اختصماالی النبیﷺ،فقال لعمرو:"اقض بینہما"،فقال:اقضی بینہما وانت حاضر یا رسول اللہ؟قال:نعم،علی انک ان اصبتَ فلک عشرُ اجور،وان اجتہدتَ فا خطات فلک اجر-"[23]

یعنی ایک مرتبہ دو آدمیوں نے اپنا جھگڑا لے کر نبی کریمؐ کے پاس گئے، نبی کریمؐ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ کی موجودگی میں، میں کیسے فیصلہ کروں، نبی کریمؐ نے فرمایا: ہاں (آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں) اگر تم نے درست فیصلہ کیا تو تیرے لیے دس اجر ہیں اور اگر تم سے اجتہاد میں خطاء ہو جائے تو تیرے لیے ایک اجر ہے۔

سنن دارمی میں امام دارمیؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: فا اذاسئلتم عن شيءٍ فانظر و افی کتابِ اللہ،فان لم تجدوہ فی کتاب اللہ،ففی سنة رسول اللہ، فاءن لم تجدوہ فی سنة رسول اللہﷺ فما اجمع علیہ المسلمونَ،فان لم

یکن فیما اجتمع علیه المسلمون،فا جتهد رایک،[24]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جائے تو (سب سے پہلے) کتاب اللہ میں دیکھو پس اگر تم وہ فیصلہ کتاب اللہ میں نہ پائیں، تو سنت رسول اللہؐ میں دیکھو، پھر اگر سنت رسول میں بھی نہ پائیں تو جس پر مسلمانوں نے اجماع کیا ہو (اس میں تلاش کرو) پھر جن امور پر مسلمانوں کا اجماع ہے ان میں بھی نہ پائیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا کرو۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جو اجتہاد کے اثبات پر دلالت کرتے ہیں۔

اجتماعی اجتہاد کا مفہوم:

اجتہاد کے لغوی واصطلاحی تعریف اور قرآن وسنت سے اس کے ثبوت کے متعلق بحث کرنے کے بعد ،اب ہم اجتماعی اجتہاد کی مفہوم پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اگرچہ اجتماعی اجتہاد کا عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کے زمانے میں شروع ہو چکا تھا لیکن اس فعل کو باقاعدہ کسی ادارے کے صورت میں متعارف کرنے کا تصور بیسویں صدی عیسوی میں ہی صحیح معنوں میں سامنے آیا ہے۔ اور اس وقت اجتماعی اجتہاد کا عمل امت مسلمہ کے ایک بڑے حصے میں مختلف اداروں، تنظیموں، جماعتوں اور حکومتوں کی سرپرستی میں جاری ہے۔ اجتماعی اجتہاد کی جتنی بھی تعریفیں بیان کی گئی ہیں وہ سب بیسویں صدی عیسوی کے آخر میں سامنے آئی ہیں اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان سب تعریفات کے الفاظ اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن معمولی فرق کے ساتھ ایک ہی مفہوم کی عکاسی کرتی ہیں۔ ہم ان تعریفات کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتماعی اجتہاد کیلئے ایک جامع تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کر سکتے ہیں۔

''امت مسلمہ کے فقہاء مجتہدین کا ایک جماعت اکھٹے ہو کر ،کسی مسئلہ کے حکم شرعی بطریق استنباط معلوم کرنے کیلئے خوب کوشش کرتے ہوئے باہمی مشورے کے بعد جماعت کے تمام فقہاء مجتہدین یا اکثر فقہاء مجتہدین ایک حکم شرعی پر اتفاق کرلیں، تو اس کو اجتماعی اجتہاد کہتے ہیں۔''

اجماع اور اجتماعی اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ اجماع کیلئے امت مسلمہ کے تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر اتفاق کرلینا ضروری ہے اور اجتماعی اجتہاد میں امت مسلمہ کے تمام فقہاء مجتہدین کا اتفاق کرلینا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ امت مسلمہ کے فقہاء مجتہدین کے ایک جماعت (جو کتنی افراد پر بھی مشتمل ہو سکتی ہیں) کے سب افراد یا ان کے اکثر افراد کا کسی حکم شرعی پر اتفاق کریں تو یہ اجتماعی اجتہاد ہے۔

اجتماعی اجتہاد کا ثبوت قرآن وسنت سے:

قرآن وسنت میں اجتماعی اجتہاد کے مشروعیت پر کئی دلائل موجود ہیں۔ جن میں سے چند ایک پر ذیل میں ہم نظر ڈالتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہیں۔

"وَاَمرُهُم شُورٰى بَينَهُم"[25]

''اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں ''آپس کے مشورے سے'' اجتماعی اجتہاد بھی مراد ہے، علامہ آلوسیؒ اس آیت کی ذیل میں فرماتے

ہیں کہ امر سے مراد وہ احکام ہیں جس میں کوئی نص شرعی نہ ہوں ورنہ پھر مشورہ کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں کیونکہ کسی مسلمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی حکم کے بجائے کسی انسان کی رائے کی طرف رجوع کرنا کیسا جائز ہو سکتا ہے؟ پھر اس کے بعد علامہ آلوسیؒ نے صحابہ کرام کی اجتماعی اجتہاد کی کئی مثالیں پیش کیں ہیں۔[26]

خطیب بغدادیؒ، اپنے سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ،قال: قلت یا رسول اللہ! الا مر ینزل بنا بعد ک لم ینزل فیه قرآن و لم یسمع منک فیه شئ؟قال:اجمعو له العابدین من امتی،و اجعلوہ شوری بینکم ولا تقضوہ براءی واحد،[27]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے بعد ہمارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے متعلق قرآن کریم میں کوئی حکم موجود نہ ہو، اور نہ ہی اس کے متعلق آپؐ سے کچھ سنا ہو (تو میں کیا کروں) آپؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے (پرہیزگاروں اور) عبادت گزار لوگوں کو جمع کرو اور ان سے مشورہ کرو، اور کسی ایک رائے پر فیصلہ مت کرو۔''

اجتماعی اجتہاد صحابہ کرام کے دور میں:

خلفاء راشدین کے دور میں اجتماعی اجتہاد پر عمل ہوتا تھا اور اس کے ذریعے نئی پیش آمدہ مسائل حل کی جاتی تھیں۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے آپ قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے اور اگر قرآن مجید میں اس کا واضح حل نہیں پاتے تو پھر سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرتے اگر سنت رسولؐ سے بھی راہنمائی حاصل نہ ہوتی تو صحابہ کرام سے اس کے بارے میں حدیث طلب کرتے، اگر اس بارے میں حدیث مل جاتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرماتے تھے'' تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں، جس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جو ہمارے پیغمبرؐ کے اقوال و افعال کو یاد رکھتے ہیں''، لیکن اگر سنت سے بھی راہنمائی نہ ملتی تو صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت کرتے اور جس رائے پر سب متفق ہو جاتے اس پر فیصلہ فرماتے۔[28]

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو اس نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اجتہادی منہج کو اپنایا اور نئی پیش آمدہ مسائل کو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کرتے تھیں[29]۔ اور اس کی کئی مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مثلاً عراق کی مفتوحہ زمین کی تقسیم کا مسئلہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور اس مسئلے کو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کیا۔[30]

اسی طرح صحابہ کرام کے درمیان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک نماز جنازہ کی تکبیرات کے عدد کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور اجتماعی اجتہاد کے ذریعے اس مسئلے کو حل کیا اور تمام صحابہ کرام چار تکبیرات پر متفق ہوئے،[31] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرب خمر کی حد متعین کرنے کیلئے بھی صحابہ کرام کو جمع فرمایا تھا، اور اس مسئلہ کو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کیا تھا۔[32]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر عمل

کرتے ہوئے نئی پیش آمدہ مسائل کو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کرتے تھیں اور انہوں نے خلیفہ بنتے ہوئے اپنی پہلی تقریر میں اپنی اجتہادی منہج کو واضح کیا اور فرمایا کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے بعد میں اس فیصلے کا پابند رہوں گا، جس پر تمہارا اتفاق رائے ہو چکا ہو۔[33]

اسی طرح باقی صحابہ کرام نے بھی اس منہج کو اپنایا اور نئی پیش آمدہ مسائل کو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کرتے تھے۔

اجتماعی اجتہاد ائمہ مجتہدین کے دور میں:

یہی اجتماعی اجتہاد کا طریقہ ائمہ مجتہدین کے دور میں بھی جاری رہا اور کئی ائمہ مجتہدین نے اس طریقہ پر عمل کیا مثال کے طور پر امام ابو حنیفہؒ جب کوئی شرعی مسئلہ حل فرماتے تو علماء کے ایک جماعت کے سامنے اس مسئلہ کو رکھتے اور اس پر بحث و مباحثہ کرتے، اور بحث و مباحثہ کے ذریعے اس کا حل تلاش کرتے۔[34]

اجتماعی اجتہاد دور جدید میں:

بیسویں صدی عیسوی کے دور جدید میں اجتماعی اجتہاد کا عمل ایک منظّم طریقے سے زیادہ مروج ہوا۔ اور اجتماعی اجتہاد کیلئے متعدد اکیڈمیاں اور ادارے قائم کئے گئے، جن میں سے بعض سرکاری طور پر اور بعض نجی طور پر کام کر رہے ہیں۔ یہ اکیڈمیاں اور ادارے بعض بین الاقوامی سطح پر، بعض براعظم کے سطح پر، اور بعض ملکی سطح پر قائم کیے گئے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر قائم کے گئے اکیڈمیوں میں سے، بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ''(ذیلی ادارہ O.I.C) اور رابطہ عالم اسلامی کی اسلامی فقہ اکیڈمی زیادہ مشہور ہیں۔ براعظم کی سطح پر کام کرنے والے اداروں میں سے، ''یورپین کونسل برائے افتاء و تحقیق'' زیادہ مشہور ہے، جبکہ ملکی سطح پر کام کرنے والے اداروں میں سے زیادہ مشہور، ''اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا'' ہے۔ اسی طرح سرکاری سطح پر کام کرنے والے اداروں میں سے ایک ''اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان'' ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اکیڈمیاں اور ادارے ہیں، جو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے عصر حاضر کے جدید مسائل کا حل تلاش کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

انفرادی اجتہاد اور اجتماعی اجتہاد کی تعارف کے بعد اب ہم اپنے اصل مقصود کی طرف آتے ہیں، اور اجتماعی اجتہاد کے متعلق علامہ اقبال کے نظریات کا شریعت کی تناظر میں تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

اجتماعی اجتہاد کے متعلق علامہ اقبال کے نظریات:

''خطبات اقبال'' میں علامہ اقبال نے اجتہاد کے متعلق کئی ایسی نظریات پیش کئے ہیں، جو قرآن وسنت کی قطعی نصوص اور امت مسلمہ کے اجماعی عقائد کے خلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان خطبات کو پیش کرنے کے ساتھ ہی علامہ صاحب پر علماء کرام کی جانب سے اعتراضات، استفسارات، اور فتوؤں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا اور یہی سلسلہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہا، علامہ صاحب کے خطوط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس مقالہ کے پڑھے جانے کے بعد اس پر کفر کے فتوے بھی لگائے گئے تھے۔[35]

سعودی عرب کے ام القری یونیورسٹی سے، **''محمّد اقبال و موقفه من الحضارة الغربية''** کے عنوان سے ڈاکٹر خلیل الرحمان نے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا، جو 1988ء میں شائع ہوا، جس کی بنیاد پر عرب کے علماء نے علامہ اقبال پر کفر کے فتوے جاری کیے۔[36]

لہٰذا، اجتہاد کے متعلق علامہ صاحب کے یہ کونسی نظریات تھے، جس کی بنیاد پر علامہ صاحب پر ایسے سخت سخت فتوے

لگائے گئے؟ ذیل میں ہم شریعت کے تناظر میں علامہ صاحب کے ان نظریات کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

علامہ اقبال کے نزدیک اجتہاد کا مفہوم:

علامہ اقبال خطبہ اجتہاد میں، اجتہاد کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

The word literally means to exert. In the terminology of Islamic law it means to exert with a view to form an independent judgment on a legal question. The idea, I believe, has its origin in a well-known verse of the Holy Qur'an. ''And to those who exert we show our path.'' We find it more definitely adumbrated in a tradition of the holy prophet. When Muadh was appointed ruler of Yemen, the prophet is reported to have asked him as to how he would decide matters coming up before him. I will judge matters according to the book of God, said Muadh. 'But if the book of God contains nothing to guide you?' Then I will act on the precedents of the prophet of God.' 'But if the precedents fail?' 'Then I will exert to form my own judgment.[37]

اس عبارت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ اجتہاد کا لغوی معنیٰ ہے، کوشش کرنا، اور فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے۔ ''وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کیلئے کیا جائے'' پھر علامہ صاحب اجتہاد کے متعلق اپنے بیان کردہ مفہوم کی تائید میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت پیش کرتے ہیں۔

"وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا-ط"[38]

''اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوششیں کیں ہم ضرور اُنہیں اپنی راہیں بتائیں گے۔''

آیت مبارکہ ذکر کرنے کے بعد علامہ صاحب ایک حدیث بیان فرماتے ہیں، جو بقول ان کی، ان کی مؤقف کا واضح انداز میں تائید کرتی ہے۔

علامہ صاحب حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم مقرر کیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اگر تمہارے پاس کوئی مسئلہ آجائے تو تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، پھر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس کے متعلق کوئی حکم کتاب اللہ میں نہ پائے تو پھر کیا کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں سنت رسول اللہؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا، نبی کریمؐ نے پھر پوچھا کہ اگر تمہیں سنت رسول میں بھی اس کا حکم نہ مل جائے تو پھر کیا کروں گے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

علامہ صاحب قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت مبارکہ اور حدیث رسولؐ سے یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اجتہاد سے مراد کسی مسئلہ کے بارے میں اپنی آزادانہ رائے قائم کرنا ہے حالانکہ یہ مفہوم قطعی طور پر غلط ہے اور امت مسلمہ کے مسلّمہ اصولوں سے متصادم ہے۔ مندرجہ بالا آیت مبارکہ اور حدیث رسولؐ سے کہیں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اجتہاد سے مراد کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن وسنت کو نظرانداز کرتے ہوئے آزادانہ رائے قائم کرنا ہے۔ بلکہ علماء اصولیین کے نزدیک اجتہاد قرآن وسنت کی وسعتوں میں حکم شرعی تلاش کرنے کا نام ہے۔ قرآن کریم کے آیات مبارکات اور احادیث رسولؐ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اجتہاد درحقیقیت شرعی احکام ہی کی تلاش کا نام ہے کوئی نئی شریعت وضع کرنے کا نام نہیں، لہٰذا، اگر

اجتہاد سے مراد محض عقلی رائے یا فیصلہ لیا جائے تو اس سے ایک نئی شریعت وجود میں آئے گی اور اصلی شریعت اسلامیہ کا چہرہ مسخ ہو جائے گا۔

علامہ اقبال کا تصور اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ:

خطبات اقبال میں ،علامہ اقبال کا ذکر کردہ، وہ افکار و نظریات جو شریعت اسلامیہ کے مسّلمہ اصولوں کے مخالف ہیں، ان میں ایک علامہ صاحب کا تصور اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ ہے، جس کے وجہ سے علامہ صاحب بہت زیادہ تنقید کا شکار ہوئے۔

پارلیمنٹ (Parliament) انگریزی زبان کا لفظ ہے، یہ فرانسیسی لفظ (Parlemen) سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی گفتگو کرنا ، بات کرنا اور بولنا ہے،[39] لہٰذا پارلیمنٹ کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں لوگ بیٹھ کر بحث و مباحثہ کریں۔[40] مشہور دائرۃ المعارف (Encyclopedia) وکی پیڈیا (Wikipedia) میں پارلیمنٹ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

''کہ پارلیمنٹ سے مراد مقنّنہ یعنی مجلس قانون ساز ہے، جبکہ جدید لغت میں پارلیمنٹ سے مراد افراد کی ایک ایسی مجلس ہے جو کسی ملک وریاست کے مسائل پر بحث و مباحثہ کرنے کیلئے اکھٹی ہو''[41]

آج کل پارلیمنٹ کی اصطلاح عموماً کسی خطہ ارض میں قائم ایک ایسی مجلس کیلئے ہوتا ہے جو عوام کے منتخب کردہ نمائندہ افرادوں پر مشتمل ہو، اور ریاست کیلئے قانون سازی کرتی ہو، اور ملک کے مسائل اور حکومت کی پالیسیوں پر بحث مباحثہ بھی کرتی ہو۔

علامہ صاحب نے ''خطبات اقبال ''میں کہیں دبے الفاظ میں، کہیں اشارتاً اور کہیں صراحتاً، اجتہاد کے متعلق یہ نقطہ نظر پیش فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان ملک کی پارلیمنٹ اتفاق رائے سے کسی مسئلے میں اپنی آزادانہ رائے کا اظہار کریں تو پارلیمنٹ کا وہ فیصلہ اجماع کے قائمقام ہوگا۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

The Ijma, the third source of Muhammadan law is Ijma which is in my opinion perhaps the most important legal notion in Islam while invoking great academic discussions in early Islam remained practically a mere idea and rarely assumed the form of a permanent institution in any Muhammadan country........... It is however, extremely satisfactory to note that the pressure of new world-forces and the political experience of European nations are impressing on the mind of modern Islam the value and possibilities of the idea of Ijma. The growth of republican spirit and the gradual formation of legislative assemblies in Muslim lands constitute a great step in advance. The transfer of the power of Ijtihad from individual representative of schools to a Muslim legislative assembly which in view contributions to legal discussions from laymen who happen to possess a keen insight into affairs. In this way alone can we stir into activity the dormant spirit of life in our legal system and give it evolutionary outlook. In India however difficult ties are likely to arise for it doubtful whether a non Muslim legislative assembly can exercise the power of Ijtihad.[42]

علامہ صاحب کا یہ خیال درست نہیں ہے کہ اگر کسی مسلمان ملک کی پارلمینٹ اتفاق رائے سے کسی مسئلہ کے بارے میں اپنی آزادانہ رائے کا اظہار کرے تو پارلمینٹ کا وہ فیصلہ اجماع کا قائمقام ہوگا، کیونکہ اجتہاد قرآن وسنت کی روشنی میں حکم شرعی کی تلاش کا نام ہے نہ کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کو نظر انداز کرتے ہوئے آزادانہ رائے قائم کرنے کا، دوسرا یہ کہ اجتہاد، علماء مجتہدین کا کام ہے نہ کہ جہلاء عوام کا، کیونکہ پارلمینٹ میں زیادہ تر ایسی ہی امیدوار منتخب ہو کر جاتے ہیں جن کے پاس اجتہادی صلاحیت تو دور کی بات ہے دین کی بنیادی تعلیمات کا علم بھی نہیں ہوتا، اس لیے ایسے لوگوں سے اجتہاد کی امید رکھنا ایک خیال بے کار ہے۔ لہٰذا، اگر انہیں اجتہاد کرنے کی زمہ داری دی جائے تو یہ ایسا ہوگا کہ گویا انہیں ایک ایسے کام کا زمہ دار بنانا ہے جس کے وہ بالکل اہل ہی نہیں ہیں۔ کوئی شخص خواہ وہ دنیوی علوم میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہوں وہ اجتہاد کے لیے اہل نہیں ہے کیونکہ اجتہاد کے اہل صرف علماء مجتہدین ہیں۔

علامہ صاحب کا یہ نظریہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے بہت زیادہ تنقید کا شکار ہوا ہے کیونکہ یہ نظریہ بذات خود ایک غلط نظریہ ہے اس مسئلہ میں علامہ صاحب کے اکثر ناقدین کی تنقید درست بھی ہے لیکن کچھ افراد نے تنقید میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا ہے اور اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلمینٹ کا نظریہ علامہ صاحب کی طرف سے بہت غلو پسندانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ علامہ صاحب کی تحاریر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علامہ صاحب نے اگرچہ یہ نظریہ پیش کیا تھا لیکن وہ اس مسئلہ میں محتاط تھے۔ خطبات اقبال کے شارح محمد سہیل عمر اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''کسی منتخب ادارے، اسمبلی یا پارلمینٹ یا شوری کو اجتہاد کا حق دینے کے بارے میں بھی علامہ صاحب کا مؤقف بڑا محتاط ہے، اور غالباً اسی احتیاط کے وجہ سے خیال قدر سے مبہم بھی رہ گیا ہے۔''[43]

خود علامہ صاحب اپنی خطبات میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

''لیکن اس عمل میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ آزاد خیالی اور آزادی رائے میں خطرات بھی مضمر ہیں اور ان کے جانب تاریخ عالم کا مطالعہ خصوصاً یورپ میں ہونے والے واقعات اشارہ کرتے ہیں۔ مسلم زعماء کو اس ضمن میں بہت محتاط رویہ اپنانا چاہیے کہ اجتہاد کہیں انتشار فکر میں نہ بدل جائے۔''[44]

لہٰذا، اگرچہ علامہ صاحب نے یہ غلط نظریہ پیش کیا تھا اور یہ قابل تنقید بھی تھا۔ لیکن علامہ صاحب نے اس نظریہ میں اتنا غلو نہیں کیا تھا، جتنا آج کل بعض ناقدین حضرات علامہ صاحب کی طرف سے یہ نظریہ غلو پسندانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ علامہ صاحب اس مسئلہ میں قدرے محتاط بھی تھے اور اس کا کچھ خدشہ بھی ظاہر کیا تھا۔

علامہ اقبال کا تصور اجماع:

علامہ صاحب نے اجتماعی اجتہاد کا نظریہ پیش کرنے کی ضمن میں فرمایا ہے کہ جو فیصلہ ارکان پارلمینٹ اتفاق رائے سے منظور کرے وہ اجماع کا قائمقام ہوگا۔ علامہ صاحب کا یہ نظریہ یا اجماع کے مفہوم سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہے یا ان کی تجاہل کرنے پر مبنی ہے، اگر پارلمینٹ کے سارے ارکان مجتہدین بھی ہو جائیں اور وہ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے کوئی فیصلہ اتفاق رائے سے منظور کریں تو وہ بھی علماء اصولیین کے نزدیک اجماع نہیں ہوگا، کیونکہ علماء اصولیین کے نزدیک اجماع سے مراد نبی کریمؐ کی وفات کے بعد امت مسلمہ کے تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر اتفاق کرلینا ہے،[45] یہی وجہ ہے کہ آج کل مختلف اکیڈمیوں اور اداروں کے طرف سے فقہاء مجتہدین کے ذریعے جو اجتماعی اجتہاد کیا جاتا ہے اور اس میں جو فیصلے اتفاق رائے سے منظور کیے جاتے

ہیں، ان پر بھی علماء اسلام کی تحقیقی قول کے مطابق اجماع کا اطلاق نہیں ہوتا،[46] کیونکہ کسی فقہ اکیڈمی یا ادارے کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ پوری دنیا کے فقہاء و مجتہدین کو جمع کرے، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ دیگر فقہاء اور علماء مجتہدین کو اپنے آراء کا اظہار کرنے سے روک دیا جائے جب یہ ممکن نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی اکیڈمی یا ادارے کی قرار دادوں کو اجماع امت کی حیثیت دیدی جائے، ہاں اتنا ممکن ہے کہ اگر کسی فقہ اکیڈمی یا ادارے نے اتفاق رائے سے کوئی فیصلہ منظور کیا اور پھر اس کو شائع کرکے دنیائے اسلام کے مختلف خطوں تک پہنچایا جائے اور اس کے بعد کسی بھی فقیہ یا مجتہد نے اس کی مخالفت نہیں کی تو خاص طور پر مذکورہ بالا مسئلہ میں اجماع کا راستہ ہموار ہو سکتا ہے۔[47]

تو جب ان فقہی اکیڈمیوں اور اداروں کا یہی حال ہے کہ ان کے متفقہ فیصلوں کو اجماع امت کے حیثیت حاصل نہیں ہوتی ، حالانکہ ان میں اجتہاد کرنے والے لوگ فقہاء اور مجتہدین ہوتے ہیں۔ تو موجودہ دور کے ارکان پارلمینٹ ، جو مجتہدین تو دور کی بات ، علوم دینیہ کے اصول و مبادی سے بھی واقف نہیں ہوتے ، ان کے متفقہ آراء کیسی اجماع امت کا حیثیت حاصل کر سکتی ہے ، کیونکہ اسلام میں اجماع علماء کا معتبر ہے جہلاء کا نہیں۔

علامہ اقبال کے تصور اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلمینٹ اور تصور اجماع کے متعلق ، علامہ صاحب کے استاد محترم جناب سید سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں :

''اجماع جمہور کو جمہوریت اور پارلمینٹ کی اصطلاحات کے مساوی قرار دینا علوم اسلامیہ کی تاریخ سے کامل ناواقفیت کا اظہار ہے۔ یہ بھی غلط مبحث ہے ، اسلام میں اجماع جہلاء کا نہیں ہے ، اجماع علماء کا معتبر ہے عوام کا نہیں۔ یہ علماء کون لوگ ہوں گے اس کے بھی اصول طے ہیں۔ اجماع کو لادینی سیاسی نظام کے جمہوری ادارے پارلمینٹ کا متبادل سمجھنا اقبال مرحوم کی بہت بڑی غلطی تھی۔ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس خیال سے رجوع کرتے۔''[48]

علامہ اقبال کا تصور تشکیل نو احکام اسلامیہ :

علامہ صاحب نے اپنے کتاب کا نام ، The Re-Construction of Religious Thought in Islam ، رکھا ہے۔ علامہ صاحب کے کتاب کے نام ، اور اس میں مذکور ان کے افکار و آراء سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور کبھی کبھی اپنے خطبات کے ضمن میں ، علامہ صاحب نے کبھی اشارتاً اور کہیں صراحتاً یہ تصور پیش کیا ہے کہ اجتہاد کے ذریعے اسلامی احکام و افکار کی تشکیل نو کیا جانا چاہیئے۔ حالانکہ یہ تصور غلط اور قدیم علماء اسلام کے علمی سرمایہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ تصور قدیم علماء کی علمی سرمایہ کو شک کی نگاہ سے دیکھنے اور اس خیال ظاہر کرنے کے ، کہ علماء آج ہی قرآن و سنت کے صحیح مفہوم سے آگاہ ہوئیں اور قدیم فقہاء نے فہم قرآن و سنت میں غلطیاں کی ہیں ، کی مترادف ہے۔

علامہ صاحب کے استاد جناب سید سلیمان ندوی صاحب ، علامہ صاحب کے اس خیال پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''علامہ اقبال نے خطبات کا نام ''Re-Construction'' رکھا۔ مجھے اس پر اعتراض تھا ، تعمیر نو یا تشکیل نو کیا مطلب ؟ کیا عمارت منہدم ہو گئی ، تشکیل نو کا مطلب دین کی از سر نو تعمیر کے سوا اور کیا ہے یعنی اسلام کی اصلی شکل مسخ ہو گئی۔ اب اسے از سر نو تعمیر کیا جائے یہ دعوی پوری اسلامی تاریخ کو مسترد کرنے کے سوا کیا۔''[49]

علامہ اقبال کا تصور اجتماعی اجتہاد مختلف مکاتب فکر کے علماء کی نظر میں:

علامہ صاحب کے خطبات میں بالعموم اور خطبہ اجتہاد میں بالخصوص چند ایک ایسے افکار موجود ہے جو قرآن وسنت کی قطعی نصوص اور امت مسلمہ کے اجماعی عقائد سے متصادم ہیں جس کے وجہ سے علامہ صاحب پر مختلف مکاتب فکر کے علماء نے بہت کڑی کڑی تنقیدیں کی ہیں۔

علامہ صاحب سے جن حضرات نے اختلاف کیا ہیں ان میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الماجد دریا بادی، خواجہ حسن نظامی، اکبر الہ آبادی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسی جید شخصیات شامل ہیں۔[50]

علامہ اقبال کے فرزند جسٹس (ریٹائرڈ) جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ علامہ صاحب کے استاد علامہ سید سلیمان ندوی صاحبؒ کو خطبات کی اشاعت ہی پسند نہ تھی۔

''سلیمان ندویؒ کو خطبات کی اشاعت پسند نہ تھی علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے کہا کہ اس کتاب کو شائع نہ کیا جاتا تو بہتر تھا۔''[51]

علامہ سید سلیمان ندویؒ صاحب، علامہ صاحب کے نظریہ اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قدیم علماء نے اجتہاد کیلئے جو شرائط طے کیں، وہ علامہ مرحوم کو عصر حاضر کے کسی فرد میں نظر نہ آئیں تو انہوں نے اجتماعی اجتہاد اسمبلی کے ذریعے کرنے کا اجتہاد فرمایا۔ جب شرائط اجتہاد فرد میں نہیں پائی گئیں تو اسمبلی میں کیسے اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ سو صفر اکھٹے ہو کر ایک کیسے بن سکتے ہیں، اسمبلیوں کے انتخاب کا تماشہ ہندوستان میں بہت دیکھا جاچکا، یہ اسمبلیاں کیسے اجتہاد کر سکتی ہیں؟ اسمبلی کے انتخابات کی بنیاد مساوات کے نظریے پر ہے تمام انسان برابر ہیں، ایک زمانہ تھا جب ہند میں صرف ٹیکس دینے والے ووٹ دے سکتے تھے وہ زمانہ بھی ختم ہوگیا، ہم پاکستان کی اسمبلی کو اجتہاد کے قابل نہیں سمجھتے۔ اس کے اراکین کا دینی علوم سے کیا تعلق۔ ایک آدھ استثناء چھوڑ دیجئے۔ اب علامہ اقبال مرحوم اور ایک بقال کا ووٹ برابر ہیں اور دونوں یکساں طور پر جمہوری عمل کے ذریعے اسمبلی کے ممبر بن سکتے ہیں، اب بقال، حمال، حجام اور موچی اجتہاد کریں گے۔''[52]

علامہ سید سلیمان ندویؒ صاحب، علامہ صاحب کے نظریہ اجتہاد کے بعد ان کے خطبات کے مصادر ومراجع پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ صاحب کسی بھی مسئلے پر اپنی فکر بنانے کیلئے عموماً یا تو مترجم کتابوں کا سہارا لیتے ہے یا علماء کرام سے خط وکتابت کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کرتے ہیں اور پھر ان ناقص اور ثانوی معلومات کی بنیاد پر ایک فلسفہ بنالیتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اقبال مرحوم کا فقہ اسلامی پر نقد مستشرقین کے زیر اثر بہت پیچیدہ اور گنجلک ہوجاتا ہے اور اکثر مقامات پر وہ انہی کی بات اپنے نام سے کرتے ہیں ان کا یہ کہنا کہ مالکی وشافعی فقہاء حقیقیت پسند تھے، جبکہ حنفی تخیلاتی اور کلامی مباحث کا مجموعہ ہے، نہایت غیر علمی اور نہایت سطحی بات ہے۔ اصلاً وہ فقہ اسلامی کی قیمتی ذخیرے سے ناواقف تھے۔ ان پر انکی گہری نظر نہ تھی چند اہم مشہور کتابیں انہوں نے مترجم کے ذریعے پڑھ ڈالیں اور اس کمزور مطالعے کے بل پر لامحدود دعوے کردیے۔ اقبال مرحوم کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ مختلف متحارب مکاتب فکر اور گروہوں کے لوگوں سے خط وکتابت کرتے تھے اور اس خط وکتابت کے ذریعے حاصل شدہ معلومات کے تبادلے سے کچھ مفروضات قائم کرکے اپنی ذہانت سے بعض غیر معمولی نتائج اخذ کرلیتے۔ ان

میں وہ علمی اہلیت نہیں تھی کہ ان نکات کی تائید و تصدیق ان متعلقہ کتب سے براہ راست کرسکے، وہ علم کی بجائے تعقلی وجدان کے سہارے دین پر نقد کرتے تھے۔''[53]

پاکستان میں دیو بندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے مشہور حنفی عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ،اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کے مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ فقہی مسائل میں اجتہاد کرنے کا حق پارلیمنٹ کو دیا جائے کیونکہ یہ ملک کا طاقتور ترین ادارہ ہے جہاں قوم کے منتخب نمائندے ہوتے ہیں، اور وہ مختلف علوم وفنون میں ماہر ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اصل میں جو لوگ یہ رائے پیش کرتے ہیں وہ اجتہاد کے معنی و مفہوم اور اس کے تقاضوں سے بالکل نابلد ہیں۔ اس لیے اس قسم کی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ شرعی امور میں اجتہاد کرنے کا دار ومدار عقل پر نہیں، بلکہ اس کی اساس کتاب اللہ اور سنت رسول ؐ پر ہے۔ فقہی اجتہاد کیلئے علوم دینیہ میں مہارت رکھنا نہایت ضروری ہے، اجتہاد صرف وہ لوگ کرسکتے ہیں۔ جو ان علوم میں مہارت رکھتے ہوں، جو لوگ اس کے اصول و مبادی سے بھی واقف نہ ہوں وہ اجتہاد کے اہل ہی نہیں ہیں۔ اور آج کل پارلیمنٹ کیلئے جو ارکان منتخب ہوتے ہیں۔ نہ وہ شرعی علوم کے مہارت کے بنیاد پر منتخب ہوتے ہیں اور نہ وہ اس میں ماہر ہوتے ہیں، اس لیے شرعی امور میں اجتہاد کرنا ان کا کام نہیں ہیں۔[54]

اہل حدیث مکتبہ فکر کے مشہور عالم دین جناب حافظ صلاح الدین یوسف صاحبؒ نظریہ اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کے مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اکثر لوگ پارلیمنٹ کو یہ حق دینا چاہتے ہیں، پچھلے دنوں علامہ اقبال مرحوم کے حوالے سے اس تجویز کو بڑا اچھالا گیا تھا کہ اجتہاد کا حق پارلیمنٹ کو حاصل ہونا چاہئیے لیکن یہ ایک بالکل فضول تجویز ہے۔''[55]

علامہ صاحب کے نظریہ اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کو تقریباً اکثر مکاتب فکر کے علما نے متفقہ طور پر رد کیا ہے اور اس پر بڑی سخت تنقید کی ہے اور پارلیمنٹ کی بجائے فقہ اکیڈمیوں اور غیر سرکاری اداروں کے ذریعے ہی اجتماعی اجتہاد کے عمل کو جاری رکھنے کی حوصلہ افزائی کی ہیں۔

خلاصۂ بحث اور نتائج:

1. علامہ اقبال مرحوم نے خطبۂ اجتہاد میں، اجتہاد کے متعلق جو افکار و نظریات پیش کیے ہیں ان میں اکثر و بیشتر شریعت اسلامیہ کی بنیادی اصولوں سے متصادم ہیں۔ علامہ صاحب کا اجتہاد کی تعریف میں ''آزادانہ رائے قائم کرنے'' کا طریقہ تجویز کرنے سے بے راہ روی اور انتشار و افتراق کی طرف راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ صاحب کا نظریہ اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ بھی سراسر غلط، اور اسلام کی روح کی منافی ہے۔ کیونکہ عام طور پر پارلیمنٹ میں ایسے ارکان منتخب ہوتے ہیں جو دینی علوم کی الف، ب سے بھی واقف نہیں ہوتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کی تقلید کی جائے اگر پارلیمنٹ میں صرف مجتہدین علماء جائیں، تب تو انہیں اختیار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے قانون سازی کرے لیکن یہ آج کل کے دور میں مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہے لیکن یہ بات مد نظر رہے کہ اگر کہیں پارلیمنٹ میں سارے مجتہدین علماء جائیں اور وہ اتفاق رائے سے کوئی فیصلہ منظور کرے تو کیا وہ فیصلہ اجماع امت کے قائمقام ہوگا؟ نہیں، ایسا بھی ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صرف ایک ملک کے علماء مجتہدین کا فیصلہ ہوگا ساری دنیا کے

علماء مجتہدین کا نہیں، لیکن اس کے بر خلاف علامہ اقبال نے پارلمینٹ کے جاہل اور شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ارکان کا متفقہ فیصلہ اجماع امت کا قائمقام قرار دیا ہے جو ایک اور گمراہ کن اور غلط نظریہ ہے۔

2. اگر پارلمینٹ میں مجتہدین علماء نہ ہوں جیسا کہ آج کل ہر مسلم ریاست میں تقریباً ایسا ہی معاملہ ہے تو اس صورت میں پارلمینٹ کے ارکان کیلئے صرف اتنی گنجائش ہے کہ وہ صرف مباحات کے دائرے میں قانون سازی کریں، لیکن وہ بھی چاہیئے کہ علماء اسلام کی نگرانی میں ہوں، کیونکہ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس قانون سازی میں قرآن و حدیث کے اصولوں سے تجاوز ہو جائیں۔

3. اسی طرح علامہ اقبال کا یہ نظریہ کہ شریعت اسلامیہ کے افکار و آحکام اور اصولوں کی تشکیل نو کی جائے، بھی ایک غلط نظریہ ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ یا تو قدیم علماء اسلام نے قرآن و سنت کو غلط سمجھا ہے یا اسلام کے عمارت بالکل منہدم ہو گئی ہے جس کے اب از سر نو تعمیر کی ضرورت ہے۔

4. لیکن یہ بات بھی مد نظر رہے کہ علامہ اقبال نے خطبہ اجتہاد میں اجتہاد کے متعلق یہ نظریات جس حیثیت اور جس انداز میں پیش کیے ہیں، ناقدین حضرات کو اتنا ہی تنقید کرنا چاہیئے اور اس میں افراط و تفریط سے کام نہیں لینا چاہیئے اور علامہ اقبال کی طرف خواہ مخواہ غلط نظریات کے وہ اضافی پہلوؤں کو منسوب نہ کیا جائے جس کی طرف علامہ صاحب نے بالکل تعرض بھی نہیں کیا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1: کلوُری، ڈاکٹر صابر، خیابان اُردو، شعبہ اُردو پشاور یونیورسٹی، پشاور، حصۂ اول، صفحہ: 29

2: معارف مجلۂ تحقیق، عنوان، اجتماعی اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ کا مختصر اًجائزہ، مقالہ نگار، محمد بلال ساجد، ادارۂ معارف اسلامی، کراچی جولائی تا دسمبر 2017، شمارہ: 15، جلد: 2، صفحہ: 79

3: یہ راقم الحروف کی ذاتی تحقیق ہے۔

4: الافریقی، جمال الدین ابی الفضل محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1426ھ، جلد: 2، صفحہ: 530

5: سورۃ التوبۃ، آیت: 79

6: سورۃ عنکبوت، آیت: 8

7: الحنفی، محمد علی بن علی بن محمد التھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ، 1427ھ-2006ء، جلد: 1، صفحہ: 267

8: الجوھری، ابو نصر اسماعیل بن حماد الفارابی، تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، المسمی؛ الصحاح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، 1419ھ-1999ء، جلد: 2، صفحہ: 402

9: الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی من علم الاصول، الجامعۃ الاسلامیۃ، کلیۃ الشریعۃ، المدینۃ المنورۃ، جلد: 4، صفحہ: 4

10: الانصاری، اللکنوی، عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد السھالوی، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، قدیمی کتب خانہ، کراچی، جلد: 2، صفحہ: 404

11: زیدان، ڈاکٹر عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، مؤسسۃ قرطبۃ، صفحہ: 401

12: ایضاً

13: سورۃ النساء، آیت: 83

14: سورۃ النساء، آیت: 105

15: القرطبیّ، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، المسمی؛ تفسیر القرطبیّ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ، 1424ھ-2004ء، جلد: 5، صفحہ: 241

16: ابن کثیر، حافظ ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم، المسمی؛ تفسیر ابن کثیر، مکتبۃ القرآن والسنۃ، پشاور، جلد: 2، صفحہ: 369

17: سورۃ آل عمران، آیت: 159

18: تفسیر قرطبیّ، جلد: 4، صفحہ: 161

19: سورۃ الحشر، آیت: 2

20: ابوداود، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داود، کتاب الاقضیۃ، باب اجتہاد الرائی فی القضاء، حدیث: 3592، مکتبۃ المعارف للنشر

والتوزیع، ریاض، صفحہ:544

21:ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب، اعلام الموقعین عن رب العالمین، وزارۃ الاوقاف والشوؤن الاسلامیۃ، دولۃ قطر، 1428ھ-2017ء جلد:1، صفحہ:402

22: الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ ، جامع الترمذی، مکتبۃ البشری، کراچی، الطبعۃ الاولی، 1433ھ-2012ء، جلد:3، صفحہ:173

23:حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری، المستدرک علی الصحیحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی، جلد:4، صفحہ:99

24:دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن فضل بن بہرام السمرقندی، سنن دارمی، المقدمۃ، باب الفتیاومافیہ من الشدۃ، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1408ھ، جلد:1، صفحہ:71

25:سورۃالشوری، آیت:38

26:الآلوسی، ابوالفضل شہاب الدین سید محمود البغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، جلد:25، صفحہ:65

27:الخطیب البغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، کتاب الفقیہ والمتفقہ، دار ابن الجوزی، ریاض، جدۃ، دمام، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ الاولی، 1430ھ، صفحہ:369

28:سنن دارمی جلد:1، صفحہ:262

Sunan Darmi,Vol:1, Pp:262

29:البصری، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، جلد:2، صفحہ:267

30:ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، مکتبہ نشرالقرآن والحدیث، پشاور، صفحہ:60تا64

31:الطحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد الازدی المصری، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنائز کم ہو، مکتبہ رحمانیہ ،لاہور، جلد:1، صفحہ:288

32:شرح معانی الآثار، کتاب الحدود، باب حد الخمر، جلد:2، صفحہ:90

33:طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، مطبع حسینیہ، مصر، جلد:5، صفحہ:159

34:ابوزہرہ، الامام محمد، ابوحنیفۃ-حیاتہ وعصرہ – آراؤہ وفقہہ، دارالفکر العربی، قاہرہ، صفحہ:405

35:معارف مجلہ تحقیق، شمارہ:15، جلد:2، صفحہ:77

36:ماہنامہ ساحل، عنوان؛اقبال نے خطبہ اجتہاد کی اشاعت کاارادہ ترک کردیا تھا، کراچی، اکتوبر، 2006ء، صفحہ:12

[37] *:Dr. Muhammad Iqbal, The Reconstruction Of Religious Thought In Islam, Peace Publication, Lahore, 2017, Page:130*

[38]:سورۃالعنکبوت، آیت:69

[39] *:http://en.m.wikipedia.org/wiki/parliament.*

[40]: عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور سیاسی نظریات، 1431ھ-2010ء مکتبہ معارف القرآن، کراچی، صفحہ:103

[41] *:http://en.wikipedia.org/wiki/parliament.*

42 *: The Reconstruction Of Religious Thought In Islam, Page:151*

43: محمد سہیل عمر، خطبات اقبال نئی تناظر میں، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 2008ء، صفحہ: 147

44: ڈاکٹر علامہ اقبال، تشکیل جدید الہیان اسلامیہ، مترجم سید نذیر نیازی، بزم اقبال کلب، لاہور صفحہ: 251

45: الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، کویت، الطبعۃ الثانیۃ، 1437ھ، جلد: 2 صفحہ 48

46: عثمانی، مفتی محمد تقی، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، 2015ء، جلد: 6، صفحہ: 319

47: فقہی مقالات، جلد: 6، صفحہ: 320

48: سہ ماہی، اجتہاد، عنوان؛ خطبات اقبال کا ناقدانہ جائزہ، اسلام آباد، جون 2007ء، صفحہ: 60

49: ایضاً، صفحہ: 62

Ibid, Pp:62

50: ماہنامہ؛ ساحل، عنوان؛ اقبال نے خطبہ اجتہاد کی اشاعت کا ارادہ ترک کر دیا تھا، کراچی، اکتوبر، 2006ء، صفحہ: 10

51: ایضاً: صفحہ: 39

52: سہ ماہی، اجتہاد، عنوان؛ خطبات اقبال کا ناقدانہ جائزہ، اسلام آباد، جون 2007ء، صفحہ: 55

53: ایضاً، صفحہ: 58

54: العثمانی، محمد تقی، مقالات العثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 1436ھ-2014ء، جلد: 1، صفحہ: 269

55: سہ ماہی؛ منہاج، عنوان؛ اجتہاد علماء کی نظر میں، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، جنوری 1983ء، صفحہ: 287